سید صباح الدین عبدالرحمان صاحب

اسلام اور مستشرقین

فوائد زیادہ یا نقصانات؟

مستشرقین مغرب کے کردار اور علمی کاوشوں سے اسلام کو فائدہ زیادہ پہنچا یا نقصانات؟ اس موضوع پر حسب ذیل گرانقدر مضمون میں دونوں پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے عالم اسلام کے معروف چار سکالروں ڈاکٹر حسین ہراوی مصری، ڈاکٹر زکی مبارک مصری شاہ معین احمد ندوی اعظم گڑھ اور جناب سید صباح الدین عبدالرحمان مدیر معارف اعظم گڑھ کے وقیع خیالات کو یہ مضمون سمیٹے ہوئے ہے۔ اور دعوت فکر دے رہا ہے۔ "ادارہ"

سمی زمانہ میں ہندوستان اور مصر میں یہ بحث چل رہی تھی کہ مستشرقین کی علمی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے یا نقصان، ایک گروہ کہتا ہے کہ ان کی زہر چکانیوں سے شدید نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے، دوسرا گروہ ان کی علمی سرگرمیوں سے مرعوب تھا وہ کہتا کہ ان سے نقصان کم، فائدہ زیادہ پہنچا، مصر میں ان متضاد خیالات پر ۲ دو اہم مضامین نکلے، ایک تو ڈاکٹر حسین ہراوی اور ایک ڈاکٹر زکی مبارک کا تھا۔ اول الذکر نے ان لوگوں کی ترجمانی کی جو اس خیال کے تھے کہ مستشرقین کی ساری سرگرمیاں مسلمانوں کے لئے سراسر مضر ثابت ہو رہی ہیں —— ان کے دلائل یہ تھے:

ان مستشرقین کے مباحث میں بہت سی خلاف عقل و قیاس باتیں نظر آتی ہیں، خصوصاً جو مذہب اسلام پر ہیں ان میں اسلام کی ایسی عجیب و غریب تصویر پیش کی جاتی ہے جسے کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا، مثلاً ارشل اپنی کتاب شادی میں لکھتا ہے کہ مصر میں اسلامی پردہ کا یہ اثر ہے کہ وہاں ۱۴ چودہ سال کی عمر کے بعد ماں بھی اپنی لڑکی کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی، مگر اسی کتاب میں ایک دوسرے موقع پر یہ بھی ہے کہ مصر کی لڑکی اپنے چہرے کے علاوہ باقی جسم کے تمام حصوں کو مردوں کے سامنے عریاں کر سکتی ہے، اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ نعوذ باللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) محض ایک زن پرست آدمی تھے۔ یہ مستشرقین مسلمانوں کے کسی ملک کی قدیم یا جدید تاریخ لکھتے ہیں تو محقق بن جاتے ہیں۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر قلم اٹھاتے ہیں تو وہ نہایت لغو، مہمل، ذلیل، رکیک بلکہ جھوٹے

باتیں لکھ جاتے ہیں، مثلاً ایک مستشرق کا خیال ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ ایک جنگی مذہب کے بانی تھے جس کو انسانی فضائل سے کوئی تعلق نہیں، مشہور پروفیسر مارگولیتھ نے اپنی کتاب تاریخ العالم میں یہ نادر تحقیق پیش کی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عبداللہ کے بیٹے ہیں، اور عبداللہ عرب میں اس لڑکے کو کہا جاتا تھا جس کا باپ لامعلوم ہو، بہت ممکن ہے، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے باپ کا نام عبداللہ بھی اسی وجہ سے پڑا ہو، اسی طرح انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہایت دل شکن اور تکلیف دہ باتیں درج ہیں، لجنۃ العمل المغربی۔ اسلام کے متعلق خرافات کا ایک زہر چکاں مجموعہ ہے، اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ شمالی افریقہ اور دوسرے اسلامی ملکوں میں جہاں کی مادری زبان عربی ہے، عربی کی اہمیت گھٹا کر وہاں کے باشندوں کو مقامی زبانوں کے زندہ کرنے کے دام میں پھنسایا جائے تاکہ وہ عربی زبان کو بھول کر قرآن کو نہ سمجھ سکیں، یورپ کی یونیورسٹیوں میں طلبہ کو مشرقی زبانوں کی تعلیم اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ استعماری مشن اچھی طرح چلائیں، ان ہی میں سے کچھ مستشرقین بن جاتے ہیں، جن کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ پہلے وہ اپنے ذہن میں ایک نظریہ یا ایک خیال فرض کر لیتے ہیں، اس کے بعد اس کے اسباب تلاش کرتے ہیں، اگر قرآن میں ان کو کوئی ایسی شئے مل جاتی ہے جو ان کے مفید مطلب ہے، یا اسے کھینچ تان کر اپنے مقصد کے مطابق بنا سکتے ہیں تو فوراً اسے لے لیتے ہیں اور اگر قرآن ان کے مقصد کو پورا نہیں کرتا تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ قرآن میں یہ ہے ہی نہیں۔

مثلاً انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے چیف ایڈیٹر موسیو ونسنک نے اپنی غیر معمولی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کی مکی سورتوں میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ ابراہیمؑ کعبہ کے معمار یا پہلے مسلمان تھے، ان میں ابراہیمؑ کی حیثیت محض ایک رسول کی ہے، جو دوسرے انبیاءؑ کی طرح اپنی قوم کو ڈرانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، ان سورتوں میں اسماعیلؑ کے ساتھ ابراہیمؑ کے کسی تعلق کا بھی ذکر نہیں۔

موسیو ونسنک لکھتا ہے کہ مدنی سورتوں میں یہ حالت بدل جاتی ہے۔ ابراہیمؑ حنیف مسلم اور ملت ابراہیمی کے بانی بتائے جاتے ہیں، جنہوں نے اسماعیلؑ کے ساتھ خانہ کعبہ کو بنایا۔ ان مفروضات سے یہ نتیجہ نکال کر گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ میں یہودیوں پر اعتماد کیا، لیکن جب وہ ان کے دشمن ہو گئے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ذکاوت اور عقل سلیم سے ابوالعرب ابراہیمؑ کی ایک نئی شان پیدا کر دی۔ اس طرح اس زمانہ کی یہودیت سے گلو خلاصی حاصل کر کے ابراہیمؑ کی یہودیت سے جو اسلام کا منبع اور مولد ہے، رشتہ جوڑنا آسان ہو گیا، اور جب مکہ والوں نے ان کے پیغمبرانہ خیالات کو قبول کرنا شروع کر دیا تو اس وقت ابراہیمؑ اس مقدس شہر کے مقدس گھر کے بانی ہو گئے، ونسنک نے اپنی اس تحقیق میں بظاہر قرآن کی ایک ایک آیت کو پڑھ کر یہ رائے قائم کی ہے، لیکن اس کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، اس نے اپنی اس تحقیق میں انتہائی خیانت اور بددیانتی

سے کام لیا ہے، اور اس کذب صریح سے اس کا مقصد صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تکذیب ہے، وہ نہایت بیباکی سے دعویٰ کرتا ہے کہ مکی سورتوں میں ابراہیمؑ کا ذکر معمار کعبہ کی حیثیت اور اسماعیلؑ کے ساتھ ان کے کسی تعلق کا ذکر نہیں ہے۔ اور مدنی سورتوں سے ملّت ابراہیم کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ لیکن یہ تینوں دعوے سراسر جھوٹ ہیں، سورۂ ابراہیم خود مکی ہے جس میں نہایت واضح طور پر کعبہ اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے تعلق کا تذکرہ موجود ہے۔ ابراہیم رکوع ۶ میں حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے ہے: "خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق دئے، میرا رب دعا کا سننے والا ہے" سورۂ انعام بھی مکی سورہ ہے، اس کے رکوع ۲۰ میں ملّت ابراہیمی کا ذکر اس طرح ہے کہ وہی ٹھیک دین ہے جو ابراہیم کا دین ہے، جو ایک خدا کے ہو رہے تھے۔ اور مشرکین میں نہ تھے، اور پھر سورۂ نحل کی مکی سورہ میں ہے کہ ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو، جو ایک خدا کے ہو رہے تھے۔ اور مشرکین میں نہ تھے۔ (انعام ع ۲۰)

ان صریح آیات کے بعد وینسنک نے جو کچھ لکھا ہے، وہ سراسر بددیانتی اور خیانت ہی پر مبنی ہے۔ یہ مستشرقین اسلام یعنی ملت ابراہیمی کو یہودیت سے ماخوذ بتاتے ہیں جو یہوداہ کی جانب منسوب ہے۔ لیکن یہوداہ ایک شخص تھا جو حضرت ابراہیمؑ سے سینکڑوں برس بعد ہوا ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ ملت ابراہیمی یہودیت سے کیسے ماخوذ ہو سکتی ہے۔ مستشرقین کے اس قسم کے خرافات اور غلط بیانات کی داد لوگوں سے ملتی ہے۔

یہ تو ان لوگوں کی ترجمانی ہوئی جو مستشرقین سے بدظن ہیں۔ اب ان لوگوں کے خیالات بھی سامنے آجائیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مستشرقین سے نقصان سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، اس کی ترجمانی مصر کے ڈاکٹر ذکی مبارک نے کی ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ اعتراض یہ ہے کہ مستشرقین مستعمرین کی فوج کا طلیعہ ہیں، اگر بالفرض وہ یہ ہیں تو یہ طریقہ صحیح نہیں کہ ہم ان مستعمرین کے دشمن بن جائیں، اور ان سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لیں۔ اس کے بجائے ہم کو ان کے استعمار کے تدارک کے لئے ان کے علوم و فنون اور ان کے اسرار کا پتہ لگانا چاہئے۔ اور جس طرح وہ ہم پر وار کرتے ہیں ہم بھی ان پر وار کریں۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ سارے مستشرقین دام استعمار کے حلقہ میں بعض ایسے مستشرقین بھی ہیں جو صحیح معنوں میں عالم کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں، ان میں اگر استعمار کا جذبہ ہوتا بھی ہے تو ان کے علمی ذوق کی وجہ سے دب جاتا ہے۔ اور وہ مشرق کے شرف و عظمت کے بڑے نقیب اور اس کی تہذیب و معاشرت بلکہ اس کے مذہب کے بڑے حامی بن جاتے ہیں، مثلاً بہت سے مستشرقین بصریوں اور کوفیوں کے صرفی و نحوی درس میں مشغول رہے ہیں، مصادر کے جمع اور ان کے نصوص و شواہد اور علمائے فن کے فیصلوں کی طبع و اشاعت میں برسوں گذار دئے ہیں۔ مختلف قبائل کی بولیوں اور ان کے لہجوں کے اختلاف کی تحقیق میں مدتیں صرف کی ہیں۔ بعض مستشرقین غلطیاں ضرور کرتے ہیں جو عموماً کسی متن کی شرح کے سلسلہ میں ہوتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ

عربی زبان کی باریکیوں اور اداؤں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ایسی غلطیاں موسیو ڈوزی نے نفح الطیب اور مارگولیتھ نے معجم الادباء کی تصحیح میں ضرور کی ہیں، لیکن ان دونوں نے ان دو اہم کتابوں کو شائع کرکے عربی زبان کی بڑی خدمت انجام دی ہے، یہ صحیح ہے کہ بہت سے مستشرقین اسلام کے متعلق ایسے خرافات لکھتے ہیں۔ کہ کسی طرح علماء اور محققین کے شایان شان نہیں، لیکن ان اعتراضات سے بعض مذہبی پہلوؤں کی خدمت بھی ہوجاتی ہے، انہوں نے اپنی اسلام دشمنی کے باوجود قرآن اور حدیث کے متعلقات پر نہایت عمدہ تالیفیں طبع کیں، ان کی فہرستیں بنائیں، ان کی بہتر سے بہتر ترتیب اور تبویب کی، موسیو وینسنک پر چاہے جتنے اعتراضات کئے جائیں۔ اس نے حدیث نبوی پر اپنی تالیف سے اسلام کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں حسن نیت شامل نہ تھا، پھر بھی غیر ارادی طریقہ سے اسلام کی خدمت ہوگئی۔ امریکہ اور یورپ میں آثار اسلامیہ کی اشاعت پر جتنا کام ہو رہا ہے، مسلمانوں کے ملکوں میں نہیں ہوا۔

افکار کی زندگی ان پر بحث و تنقید ہی میں ہے مسلمان مخالف تنقید نگاروں کے شر سے خیر کے لئے استفادہ کرسکتے ہیں، اس بات کو کوئی کیسے نظر انداز کرسکتا ہے۔ کہ مستشرقین نے ہم سے تین صدی پہلے اسلامیات کا مطالعہ کرنا شروع کیا جس سے ان کی علمی تحقیقات ہر شعبہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ جامع ازہر کے اساتذہ کو چند برسوں پہلے تک اسلامی تاریخ پڑھانے کا ڈھنگ نہیں معلوم تھا، جامع ازہر کے ادبی کالج میں عربی زبان کے طلبہ کی تعداد اتنی نہیں ہے جتنی سار بن یونیورسٹی میں ہے، پیرس کی السنہ مشرقیہ کی درسگاہ میں عربی کے اتنے مطبوعہ مآخذ ہیں کہ مصری دارالکتب میں ان کا نام بھی نہیں، یہ ضرور ہے کہ مستشرقین کے سامنے ان کے اپنے اغراض و مقاصد ہوتے ہیں، لیکن کون کہتا ہے کہ بے سمجھے بوجھے ان کی پیروی کی جائے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی کوششوں سے لغوی اور اسلامی درس میں زندگی پیدا ہوئی، دنیا میں کوئی چیز خالص خیر اور خالص شر نہیں ہوتی، لیکن مستشرقین کے کاموں میں نفع کا پہلو غالب ہے۔

شاہ صاحبؒ نے حضرت سید صاحبؒ کی فرمائش پر مصر کے دونوں مذکورہ بالا فضلاء کے مضامین کی تلخیص کی، جو اپریل ۱۹۳۴ء کے معارف میں شائع ہوئی، اس کے شروع میں انہوں نے جو محاکمانہ رائے لکھی ہے، وہ ان دونوں مضامین سے کم نہیں، بلکہ بعض حیثیت سے ان سے اہم ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "اس سیاسی دور میں جبکہ ہر کام اور ہر عمل کی تہہ میں کوئی نہ کوئی غرض پنہاں ہوتی ہے، مستشرقیات اور اسلامیات کے متعلق مستشرقین کی تحقیقات کے قبول کرنے کا سوال نہایت اہم ہے، اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے مستشرقین نے مسلمانوں کی بڑی خدمت کی، انہوں نے ساری ساری عمر ہی اسلامیات کی تحقیق میں صرف کردیں، اور بڑی جانکاہ محنت اور

روحانی و مالی قربانی برداشت کر کے مسلمانوں کے علوم و فنون اور ان کی گذشتہ عظمت کو دنیا کے سامنے پیش کیا، ان کی نادر اور نایاب کتابوں کا پتہ چلایا، اور بڑی مشقت اور بڑے اخراجات برداشت کر کے انہیں حاصل کیا، اور نہایت اہتمام اور صحت کے ساتھ شائع کیا، ان پر حواشی لکھے ان کی شرحیں کیں، مختلف زبانوں میں ان کے تراجم شائع کئے، اسلامی موضوع پر نہایت بلند پایہ کتابیں تالیف کیں اور اسلامی علوم و فنون کی ہر شاخ پر نہایت وسیع لٹریچر فراہم کر دیا جو مسلمانوں کے لئے ممکن نہ تھا۔ ان کی ان اسلامی خدمات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، ان کی محنت و جانفشانی کی داد نہ دینا ظلم اور احسان فراموشی ہے۔ لیکن اسی کیساتھ جہاں اسلام کے متعلق ان کے افکار، خیالات اور تحقیقات کا تعلق ہے۔ خالص اسلامی نقطۂ نظر سے ان کے قبول کرنے کا سوال نہایت اہم ہے۔ اس لئے کہ اسلامی مسائل کے متعلق اپنی تحقیقات میں انہوں نے اب تک نیک نیتی کا کوئی ثبوت نہیں دیا ہے۔ یا تو وہ مشرقی روایات، مشرقی روایات، مشرقی مذاق اور اسلامی ذوق و نظر سے بیگانہ ہونے کی وجہ سے اسلامیات کے سمجھنے اور اس کے پیش کرنے میں نہایت فاش غلطیاں کرتے ہیں، یا عمداً وہ اسلام کو نہایت مسخ شدہ صورت میں پیش کرتے ہیں، بہرحال جو صورت بھی ہو ان کی یہ غلطیاں علم و فن کی خدمت اور تحقیق اور ریسرچ کے پردہ میں ہوتی ہیں، یہ زمانہ تحقیق اور ریسرچ کا ہے، اس لئے ان سے مسلمانوں اور غیر قوموں میں اسلام کے متعلق سخت گمراہیاں پھیلتی ہیں بلکہ یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کو یونانی فلسفہ، عجمی دہریت اور ہندوی خرافات، کسی سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا ان محققین کی زہر آلود تحریروں سے پہنچا ہے۔ جس کے مظاہر آئے دن آج کل کے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں نظر آتے ہیں، اس لئے مذہب اسلام کے متعلق ان کی تحقیقات پر اعتماد کرنا سخت غلطی ہے۔"

شاہ صاحبؒ نے یہ ساری باتیں اب سے تقریباً پچاس سال پہلے لکھی تھیں، لیکن اس وقت سے اب تک بہت سے اور ایسے مستشرقین پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں جو اپنی مناظرانہ تحریروں، مجادلانہ استدلالوں، گمراہ کن منطقیانہ مغالطوں، پر تحریفات تلبیسات، دور از کار قیاسات اور احتمالات سے معلومات کا سلسلہ پیدا کر کے اپنے تعصب کی چنگاریوں سے مستند معلومات اور واقعات کو جلانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ٹامس کارلائل نے اپنے زمانہ کے ایسے مصنفین کے بارے میں لکھا تھا کہ ان کی تحریریں قطعاً ہماری روسیاہی کا خیال کئے بغیر وہ کذب و افترا سے بھری ہوئی ایسی اشتعال انگیز تحریریں لکھنے کے عادی ہو گئے ہیں کہ ان کے

لئے جہاد بالقلم کی بجائے جہاد بالسیف کا حکم جاری ہو تو کوئی تعجب کی بات نہ ہونی چاہیئے، لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کی ایسی تحریریں ان کے احساسِ کمتری کا بھی نتیجہ ہیں، وہ اپنی عیسائیت کی فرسودگی اور کہنگی سے روز بروز کچھ ایسے مایوس ہوتے چلے جاتے ہیں کہ اسلام اپنی جاندار تعلیمات کی وجہ سے ان کے جسم میں کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔ ان کو غیر شعوری طور پر احساس ہے کہ اسلام میں توحید، رسالت، ایمان پروری اور اخلاق کی اعلیٰ تعلیمات ہیں، وہ پھیلتی رہیں تو وصال مصطفوی افتراق بولہبی ہے، اور کہیں یہ مسلمان قسمت عالم کا کوکب تابندہ نہ بن جائے اور اس کی تابانی سے افسون سحر شرمندہ نہ ہوتی رہے، ان کا ہر فرد اپنی زبانِ حال سے یہ کہتا نظر آتا ہے کہ

ع ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں

اس بیداری کو روکنے کے لئے جہاں یورپ کے ارباب سیاست نے اپنا سیاسی اور جنگی محاذ قائم کر رکھا ہے، وہاں مستشرقین نے اپنا علمی محاذ بھی کھول رکھا ہے جس میں تحقیقات کے نام پر ان کا حیلۂ افرنگی اور اور ان کی عقل کی روباہی زیادہ کام کرتی ہے، ان کے جوابی حملہ کے لئے ضرورت تو اس کی ہے کہ ان کے مذہبی عقائد و افکار پر اسی طرح جارحانہ ہلہ بولا جائے، مگر ان کو ہم پر یہ برتری اس لحاظ سے حاصل ہے کہ وہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جو چاہیں کہہ سکتے ہیں، مگر ہم ان کے پیغمبر علیہ السلام کے خلاف کچھ کہیں تو ہمارے ایمان اور اسلام کے اذعان میں خلل پڑتا ہے، اس کے علاوہ ان کی افترا پردازی کا رٹ اور اس کے ابلاغ کے وسائل و ذرائع اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ہم ان کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کرنا بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے، مگر ان کا مقابلہ موثر طریقہ پر اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ پوری ملت اسلامیہ کو اپنے اس بلند ذہنی تخیل پر جس کو ہماری اصطلاح میں ایمان کہا جاتا ہے، غیر متزلزل یقین اور اذعان پیدا ہو جائے، وحدت ایمان اور وحدت عمل کی ناقابل شکست قوت ہم میں برابر پیدا ہوتی رہے تو غیروں اور مستشرقوں کی زہر چکانی اور اسلام دشمنی ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، ہمارے لئے یہ بشارت ہے ؎

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایمان پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

بقیہ صفحہ ۱۴ پندرھویں صدی

اسلام کے لئے خدمت اور ان مسلمانوں کے لئے عزّت و اعتماد کا راستہ کھل سکتا ہے۔ جو مخصوص سیاسی حالات، اور گذشتہ تاریخ نے اگر بند نہیں تو سخت دشوار گذار بنا دیا ہے۔

تاریخ انسانی بلکہ درحقیقت نسلِ انسانی کی اس نئی صدی کے آغاز میں ایسے مردان کار کی طرف ٹکٹکی لگی ہوتی ہے۔ جو نہ صرف اسلام بلکہ عصر حاضر کی ان ضرورتوں کی تکمیل کریں اور ایسے مجتہدانہ اور جرأت مندانہ اقدامات کریں جو تاریخ کے دھارے کو بدل دے، زمانہ کا حقیقت شناس، فراخ نظر اور کشادہ دل مورخ قلم ہاتھ میں لئے ہوئے اس انتظار میں ہے کہ وہ ان کارناموں کو سنہرے حروف سے لکھے اور ان کے انجام دینے والوں کو خراج عقیدت ادا کرے۔ ▬